www.rahimia.org

قَدَّسَ اللّٰہُ سِرَّہُ السَّعِید
بانی : حضرت اقدس مولانا **شاہ سعید احمد** رائے پوری مسند نشین رابع خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

مدیرِ اعلیٰ : حضرت اقدس مولانا مفتی **عبدالخالق آزاد** رائے پوری جانشین حضرت اقدس رائے پوری رابعؒ

شریعت، طریقت اور اجتماعیت پر مبنی دینی شعور کا نقیب

ماہنامہ رحیمیہ لاہور

جون 2024ء / ذوقعدہ/ذوالحجہ ۱۴۴۵ھ • جلد نمبر 16 ، شمارہ نمبر 6 • قیمت: 30 روپے • سالانہ ممبرشپ: 350 روپے

مجلس ادارت

سرپرست : ڈاکٹر مفتی سعید الرحمٰن
صدر : مفتی عبدالمتین نعمانی
مدیر : محمد عباس شاد

ترتیبِ مضامین

- فرقہ وارانہ اختلاف کی نوعیت اور اس کا صحیح فیصلہ
- ذوالحج کے پہلے دس دِنوں کی فضیلت
- حضرت ابوالایاس سلمہ بن الاکوع اسلمی حجازی مدنی رضی اللہ عنہٗ
- پاکستان کا غیرنمائندہ طرزِ حکومت اور مفاداتی قلابازیاں
- اَحادیث کی روشنی میں حسنِ اَخلاق
- ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی
- مالیاتی قوانین کے اثرات
- عالمی مالیاتی اداروں کا پاکستان کو انتباہ!
- اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور شکر و اِمتنان ادا کرنے کا طریقہ
- حضرت ابراہیمؑ کا انسانیت کے لیے روح کو خداشناسی کا ذریعہ بنانا
- روح سے حمد وثنا بیان کرنے کی حکمت اور اہمیت
- قربانی کے چند بنیادی ضروری اُمور، جن کا لحاظ اہم ہے
- حضرت مولانا سیّد محمد داوٗد غزنویؒ
- احکام ومسائل قربانی وعیدالاضحیٰ

ارشادِ گرامی

حضرت اقدس مولانا **شاہ عبدالقادر** رائے پوری قدس سرہ مسند نشینِ ثانی خانقاہِ عالیہ رحیمیہ رائے پور

’’(رمضان المبارک کی) رات کی مجلس میں مولانا مولوی حبیب اللہ صاحب (گُمانوی) بہاولپوری نے عرض کیا: بعض صوفی بزرگوں کے عشقِ مجازی کے متعلق اشعار (اس حوالے سے پیش کیے جاتے) ہیں کہ عشقِ مجازی، عشقِ حقیقی کے لیے کارساز ہے اور ایسے قصے بھی مشہور ہیں۔ تو ان کی کیا حقیقت ہے؟

اس پر حضرت والاؒ نے فرمایا کہ:

’’میرے نزدیک ایسے (عشقیہ) اَشعار کا یہ مطلب ہے کہ اگر (راہِ حق کے) سالک کو اپنے شیخ کی محبت بڑھ کر عشق کے درجے کو پہنچ جائے تو اس کا انجام باری تعالیٰ کا عشق ہوتا ہے۔ جیسا کہ صحابہ کرام۔ رضی اللہ عنہم۔ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت انتہا کو تھی۔ کیوں کہ جس کی محبت ہو، مُحِبّ (محبت کرنے والا) اس کے اَخلاق اور اس کی ہر خوبی سے حصہ پاتا ہے (اور اس کے رنگ میں رنگا جاتا ہے)‘‘۔

(۲۲؍رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ/ 20؍اگست 1946ء، مقام: رائے پور)

(ارشادات حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، ص:158، طبع: رحیمیہ مطبوعات، لاہور)

رحیمیہ ہاؤس، 33/A کوئینز روڈ (شارع فاطمہ جناح) لاہور
0092-42-36307714,36369089-www.rahimia.org
Email: info@rahimia.org

رحیمیہ کا انگلش ایڈیشن ہماری ویب سائٹ پر پڑھا جاسکتا ہے۔

ادارہ رحیمیہ علوم قرآنیہ (ٹرسٹ) لاہور

www.rahimia.org

القرآن الکریم

درسِ قرآن

تفسیر: شیخ التفسیر مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

فرقہ وارانہ اختلاف کی نوعیت اور اس کا صحیح فیصلہ

گزشتہ آیات (2-البقرہ: 112-111) میں بتلایا گیا تھا کہ خواہشات پر مبنی بلا دلیل یہودیوں اور نصرانیوں کی طرح دعوے کرنا' درست نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جو آدمی بھی صدقِ دل سے اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا اور ابراہیمی حنیفی اُصول پر اللہ کی طرف صفتِ احسان کے ساتھ متوجہ ہوا، وہ کامیاب ہے اور اُسی کے لیے اجرِ عظیم ہے۔

اس آیت (2-البقرہ: 113) میں مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ یہود و نصاریٰ اور صابئین و مشرکین کی طرح فرقہ وارانہ گروہیت میں مبتلا نہ ہوں، بلکہ ابراہیمی تحریک کے سیدھے اور سچے راستے پر عمل کریں اور اُصولِ حنیفیت پر ہی اپنی اجتماعی تعلیم و تربیت کا اہتمام کریں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسی کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ (اور یہود تو کہتے ہیں کہ: نصاریٰ نہیں کسی راہ پر): یہودی' عیسائیوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ کسی مضبوط نظریے اور سیدھے راستے پر نہیں ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ فرماتے ہیں: ''یہودیوں نے تورات پڑھ کر سمجھ لیا کہ جب نصرانیوں نے حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا کہا، تو بے شک وہ کافر ہوگئے''۔ حقیقت یہ ہے کہ تورات کا پہلا باب ''باب التّکوین'' صحیفۂ ابراہیم پر مشتمل ہے۔ اس میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی اتباع کا حکم دیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ ابراہیمی دین کی اتباع کرنے والے کو ہی صرف نجات حاصل ہوگی، خواہ وہ کوئی ہو۔ اس طرح یہودیوں نے تورات کے اس باب کی تلاوت کر کے نصرانیوں کے بارے میں معلوم کرلیا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس طرح وہ ابراہیمی تحریک کے دائرے سے خارج ہوگئے ہیں۔

وَقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ (اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ: یہود نہیں کسی راہ پر، باوجود یہ کہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب): ابراہیمی تحریک کی ایک اہم کتاب اِنجیل کے مطالعے سے عیسائیوں نے بھی سمجھ لیا کہ یہودی اصل ابراہیمی راستے پر نہیں ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں: ''اور نصرانیوں نے انجیل میں صاف دیکھ لیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوگئے''۔ یہاں ''الکتاب'' سے مراد وہ مجموعہ ہے، جس میں ''عہدِ قدیم'' (تورات) اور ''عہدِ جدید'' (انجیل) دونوں شامل ہیں۔ ان ہر دو فرقوں نے ''الکتاب'' کی تلاوت سے معلوم کرلیا کہ دوسرا فرقہ ابراہیمی تحریک کے اصل راستے پر نہیں ہے۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ (اسی طرح کہا اُن لوگوں نے جو جاہل ہیں ان ہی کی سی بات): تورات اور انجیل کو ماننے والے اور اس کی تلاوت کرنے والے یہودیوں اور عیسائیوں نے علمی حوالے سے ایک دوسرے کے بارے میں اس حقیقت کو جان لیا کہ وہ اصل ابراہیمی دینِ حنیفی پر قائم نہیں ہیں۔

ایک تیسرا طبقہ وہ ہے، جو ابراہیمی تحریک کی اصل تعلیمات سے علمی طور پر جاہل ہیں۔ ان کے پاس کوئی علمی کتاب نہیں ہے۔ وہ بھی حنیفی تحریک سے اپنی ناواقفیت اور جہالت کے سبب انھی کی طرح کی بات کرتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں۔ باقی سب گمراہی پر ہیں۔ حضرت شیخ الہندؒ ان کے بارے میں فرماتے ہیں: ''ان جاہلوں سے مشرکین عرب اور بت پرست مراد ہیں۔ یعنی جیسے یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو گمراہ جانتے ہیں، اسی طرح بت پرست بھی سب فرقوں کو گمراہ اور بے دین بتلاتے ہیں''۔

حضرت مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے اس کی وضاحت میں ''الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ'' کو زیادہ وسیع معنی میں لیا ہے کہ ان سے مراد ''صابئین'' ہیں، جو حنیفی تحریک کے علاوہ کسی بھی طرح کی بت پرستی میں مبتلا ہیں۔ یہاں بت پرست سے مراد صرف اہلِ مکہ کو لینا درست نہیں ہے، بلکہ ہر وہ فرقہ اور گروہ ہے جو اپنی جہالت کے سبب' حنیفی تحریک کے بنیادی اُصولوں کی خلاف ورزی کر کے غیر اللہ کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔ ان کے لیے قرآن حکیم نے ''صابئین'' کی اصطلاح استعمال کی ہے، جیسا کہ سورت البقرہ کی آیت 62 میں یہودیوں اور نصرانیوں کے بعد ''صابئین'' کا تذکرہ ہے۔

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (اب اللہ حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے): علمی اور عملی طور پر باہم اختلاف کرنے والی ممکنہ طور پر چار جماعتیں ہیں: 1۔ وہ جماعت جو صدقِ دل سے ابراہیمی تحریک پر ایمان لائی اور ہر دور کے نبی کی سچی باتوں کو انھوں نے قبول کیا ہے اور اس دور میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور قرآن حکیم پر صدقِ دل سے ایمان لائی ہے۔ 2۔ دوسرا گروہ یہودیوں کا ہے، جو حنیفی تحریک کی ایک اہم کتاب ''تورات'' پڑھنے کے باوجود اصل تعلیمات سے ہٹ گئے اور دینِ حنیفی میں خودساختہ تبدیلیاں کر کے تحریف شدہ دین اختیار کیے ہوئے ہے اور دوسرے فرقوں کو گمراہ سمجھتا ہے۔ 3۔ تیسرا گروہ نصاریٰ کا ہے، جو حنیفی تحریک کی ایک اہم کتاب ''اِنجیل'' پڑھنے کے باوجود اصل دین کی تعلیمات سے روگردانی کر کے تحریف شدہ مذہب اور خودساختہ دین اختیار کیے ہوئے ہے۔

4۔ چوتھا گروہ اُن صابئین اور مشرکین کا ہے، جو کسی الٰہی کتاب سے علمی طور پر واقف نہیں ہیں اور عملی طور پر حنیفیت سے آگاہ نہیں ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ حنیف اور یکسو ہونے کے بجائے اللہ کے ساتھ بت، آگ یا کسی اور مخلوق وغیرہ کو شریک ٹھہراتے ہیں۔ یا اللہ کو کسی مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں۔ وہ شرک اور تشبیہ سے پاک توحیدِ الٰہی اختیار نہیں کرتے اور اللہ کے فرماں بردار بن کر اُس کی طرف متوجہ نہیں ہوتے، جیسا کہ سورت البقرہ: آیت 112 میں اَجر کے حصول کے لیے صحیح راستہ بیان کیا گیا ہے۔

ان باہم اختلاف کرنے والی چار جماعتوں میں قیامت کے دن ہی اللہ تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ اس لیے کہ فرقہ وارانہ گروہیت کی فضا میں دنیا میں فیصلہ کرنا ممکن نہیں ہے۔ خاص طور پر صابئین اور حُنَفا کے درمیان موجود اختلافی اُمور کا فیصلہ اور حقیقی تحریکِ حنیفیّت اور یہودیت اور عیسائیت کے درمیان مکمل فیصلہ قیامت کے دن ہی ہوگا۔

www.rahimia.org

درسِ حدیث

از: مولانا ڈاکٹر محمد ناصر، جھنگ

ذوالحج کے پہلے دس دِنوں کی فضیلت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَة - رضى الله عنه - قَالَ: قَالَ رَسُولُ الله ﷺ:
”مَا مِنْ أَيَّامٍ أَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ أَنْ يَتَعَبَّدَ لَهُ فِيهَا مِنْ عَشْرِ ذِي الْحَجَّةِ، يَعْدِلُ صِيَامُ كُلِّ يَوْمٍ مِنْهَا بِصِيَامِ سَنَةٍ، وَ قِيَامُ كُلِّ لَيْلَةٍ مِنْهَا بِقِيَامِ لَيْلَةِ الْقَدْرِ“. (سنن ترمذی، حدیث: 758)

(حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
”کوئی دن اللہ کو اتنے محبوب نہیں کہ جن میں اللہ کی عبادت اور خشوع و خضوع اختیار کیا گیا ہو، جتنے ذوالحج کے ابتدائی دس دن اللہ کو محبوب ہیں۔ ان میں ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزے کے فوائد و ثمرات کے برابر ہے۔ ان میں سے ہر رات کی عبادت کے نتائج شبِ قدر کے فوائد و ثمرات کے برابر ہیں“۔)

زیرِنظر حدیث کی روشنی میں ذی الحج کے پہلے دس دِنوں اور راتوں میں عبادات، روزے اور نوافل یا دیگر عبادات مؤمن کی روحانی ترقی کے لیے نہایت مفید اور حصولِ تقویٰ کے لیے اِکسیر ہیں۔ تزکیۂ نفس اور رُوحانی بالیدگی کی طرف جب تک خصوصی توجہ اور دھیان نہ دیا جائے، تب تک خاطر خواہ کامیابی نہیں ملتی۔ اس مقصد کے لیے یکسوئی کے ساتھ طویل عرصے تک مسلسل محنت درکار ہوتی ہے۔

عبادات کے لیے مخصوص ایام و اوقات اور مقاماتِ مقدسہ میں جسمانی اور قلبی ریاضت؛ روح کی پاکیزگی، تزکیۂ قلب اور تصفیۂ باطن میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ اس کاوش سے انسان کا دل اس قابل ہوجاتا ہے کہ وہ برائیوں اور گناہوں سے بیزار، نیکیوں کی طرف راغب اور عبادات میں زیادہ سے زیادہ منہمک اور مشغول ہوجاتا ہے۔ یوں اَخلاقِ رذیلہ سے چھٹکارا اور عمدہ اَخلاق کا خوگر ہونے کے لیے عبادات، تلاوتِ قرآن کی پابندی اور ذکر اذکار کی مشغولیت نہایت مددگار ثابت ہوتی ہے۔

عبادات کے لیے وہ ایام جن کی نشان دہی نبی ﷺ نے کی ہو، ازحد مفید ثابت ہوتے ہیں۔ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق ذوالحج کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ان کی راتوں کی عبادت، سال بھر کے روزوں اور لیلۃ القدر کے قیام کا اَجر لیے ہوتے ہیں۔ رمضان المبارک کے روزوں اور لیلۃ القدر کی فضیلت جنھیں پہلے نصیب ہوگئی ہو، ان کو مزید ترقی حاصل ہوجاتی ہے۔ وہ لوگ جو رمضان المبارک میں اس فضیلت سے محروم رہ گئے ہوں، رب کریم کی طرف سے انھیں دوبارہ موقع دیا جاتا ہے کہ وہ ان ایام سے فائدہ اُٹھالیں۔ اس لیے جسے اپنی حالت کی بہتری کی آرزو ہو تو زیرِنظر حدیث کی روشنی میں اسے ذوالحج کے پہلے دس مبارک ایام میں عام معمول سے زیادہ عبادات کا اہتمام کرنا چاہیے، تاکہ اس میں وہ اوصاف پیدا ہوں جو اِن ایام میں اللہ تعالیٰ نے ایک مؤمن کے لیے مقدر کر رکھے ہیں۔

صحابہؓ کا ایمان افروز کردار

مولانا قاضی محمد یوسف، حسن ابدال

حضرت ابوالایاس سلمہ بن الاکوع اسلمی حجازی مدنی رضی اللہ عنہٗ

حضرت ابوالایاس سلمہ بن الاکوع اسلمی حجازی مدنی صاحب الشجرہ رضی اللہ عنہٗ کا اصل نام ”سنان“ تھا اور دادا کی نسبت سے مشہور ہوئے آپ کا تعلق بنوقمعہ کی شاخ بنواسلم سے تھا، جو کہ مکہ کے قریب وادی ”مر الظّهران“ میں قیام پذیر تھا۔

حضرت سلمہؓ بن اَکوع ٦ھ سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے اور اہل وعیال سب کو چھوڑ کر تن تنہا ہجرت کی۔ پھر 7 غزوات میں آپ ﷺ کی ہم رِکابی میں کارہائے نمایاں ادا کیے۔ انھی اسفار و مصروفیات میں آپ کو حضورؐ سے دینی شعور اور تربیت حاصل کرنے اور تزکیہ کی اعلیٰ منازل طے کرنے کا زیادہ موقع ملا۔ اسی دوران وہ آپؐ کے جلیل القدر سابقین اوّلین صحابہ کرامؓ سے بھی استفادہ کرتے رہے۔

حضرت سلمہؓ شجاعت و بہادری، خصوصاً پیدل اور تیز دوڑنے میں تمام صحابہ میں ممتاز تھے۔ علامہ ابنِ حجر ”اِصابہ“ میں لکھتے ہیں: ”آپؓ بہادروں میں سے ایک تھے۔ دوڑ میں گھوڑوں سے مقابلہ کرتے اور ان سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آں حضرتؐ نے فرمایا کہ: ”بہترین سواروں میں ابوقتادہؓ اور بہترین پیادوں میں سلمہؓ بن اکوع ہیں“۔ آپؓ بہترین تیرانداز، انتہائی محسن، سخی، مخیّر، عالم وفاضل تھے۔ آپؓ کی طبیعت میں سادگی نمایاں تھی اور مجاہدے کی زندگی بسر کرنا آپؓ کی فطرت میں تھا۔

آپؓ کا مرتبہ و مقام رسول اللہ کے نزدیک بہت اہم تھا۔ آپؓ خود فرماتے ہیں کہ:
”رسول اللہؐ نے کئی دفعہ مجھے سواری پر اپنے پیچھے بٹھایا۔ میرے چہرے کو کئی مرتبہ آپؐ نے تھپکی دی۔ میرے لیے کئی مرتبہ مغفرت کی دعا کی اور کئی دفعہ میرے ہاتھ کی اُنگلیاں آپ نے گنیں“۔ کیوں کہ آپؓ کے ہاتھ بہت بڑے بڑے تھے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کا پہرہ بھی دیا کرتے تھے۔

حضرت سلمہؓ کا شمار اُن اصحابِ رسول میں سے بھی ہوتا ہے جو مدینہ منورہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ اس طرح آپؓ حضرت عثمانؓ کی وفات کے بعد سے اپنی زندگی کے آخری لمحات تک حدیثِ رسول اللہؐ بیان کرتے رہے، یعنی محدث کی مسند پر فائز رہے۔ آپؓ حفاظِ حدیث اور ماہرِ علوم لوگوں میں شامل ہوتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑا قوی حافظہ عطا کیا تھا۔ رسول اللہؐ سے جو بات سنتے تھے اسی وقت اسے زبانی یاد کر لیتے تھے۔ اس لیے آپؓ حافظ راویوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپؓ نے رسول اللہؐ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت طلحہؓ و دیگر صحابہ کرامؓ سے احادیث روایت کی ہیں۔ آپؓ سے مروی احادیث کی تعداد 77 ہے، جن میں 16 احادیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ”متفق علیہ“ ہیں۔ امام بخاریؒ کی تین واسطوں سے سند ”ثلاثیاتِ بخاری“ انھی صحابیؓ کے واسطے سے ہے۔ آپؓ کا شمار اُن صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے، جنھوں نے طویل عمر پائی۔ آپؓ نے ۷۴ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہیں۔

www.rahimia.org

پاکستان کا غیر نمائندہ طرزِ حکومت اور مفاداتی قلابازیاں

پاکستان میں اس وقت جو نظامِ حکومت وسیاست عوام پر مسلط ہے، اس کا نہ کوئی قبلہ ہے اور نہ ہی وہ کسی اُصول کا پابند ہے۔ یہ ملک اپنی معاشی لاچاری کے سبب ایک طرف تو عالمی مالیاتی اداروں سے بیل آؤٹ پیکج کے لیے منتیں اور ترلے کرتا پھر رہا ہے اور دوسری طرف اس ملک کے نظام میں شریک سرمایہ داروں کا ایک گروہ ایک ''برادر اسلامی ملک'' میں گیارہ ارب ڈالر سے زائد کی جائیدادیں خریدتے پھر رہے ہیں۔

اس ملک پر کلی اختیار کی حامل 'اسٹیبلشمنٹ' نظام پر اپنی گرفت کو مضبوط رکھنے کے لیے معروف جمہوری پراسیس میں نقب لگا کر نگران سیٹ اپ میں اپنی خدمت پر مامور شخصیات سمیت اپنے لوگوں کو مخصوص نشستوں اور سینٹ کے راستے سے بلا مقابلہ منتخب کروا کے نظام میں داخل کرتی ہے اور ہماری نام نہاد سیاسی جماعتیں' ان نامزد افراد کو اپنے صوبائی وقومی ممبرانِ پارلیمنٹ کی حمایت کا پروانہ جاری کرتے ہوئے انھیں اعلیٰ ایوانوں میں پہنچا کر اہم وزارتوں کے قلم دان پیش کر دیتی ہیں۔ اسی طرح موجودہ نظامِ حکومت میں صدارت سے لے کر وزارتِ عظمیٰ تک سارے اعلیٰ عہدے شطرنج کی بساط کے مہروں کی طرح ثبت کر دیے جاتے ہیں۔ یہ دنیا کا کون سے جمہوری نظام کی قسم ہے، جس میں آپ عوام سے ووٹ لینے کا ڈھونگ رچاتے ہیں اور پھر نتائج بدل کر جمہوریت کے نام پر اپنی مرضی کا ایک نظامِ حکومت کھڑا کر لیتے ہیں۔ یہ سب کچھ عوام کے سامنے کھلی آنکھوں ہو رہا ہوتا ہے۔ گویا اس نظام میں عوام کی حیثیت بالادست طبقات کے قائم کردہ نظام کے بت کے سامنے سجدۂ غلامی بجالانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

اس ملک میں پائی جانے والی سیاسی جماعتوں کے نام سے موسوم مخلوق کی اکثریت کلی طور پر اس مفاداتی اُصول کی پابند نظر آتی ہے کہ اقتدار کے حصول کے لیے جھوٹ، خوشامد اور چاپلوسی کی جو بھی حد قائم کی جائے، اسے چومتے ہوئے سینے سے لگا کر اپنے اقتدار کا راستہ ہموار کر لیا جائے۔ موجودہ حکومت کی ساخت میں ایسے عناصر کی شمولیت اسی اَخلاقی پستی کا عملی ثبوت ہے۔ اس ملک کے نظام پر قابض طبقوں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ وہ بجلی کی قیمتوں کو آئی پی پیز کے ظالمانہ نرغے میں دے کر غریب عوام کے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لینا چاہتے ہیں۔ وہ گندم جیسے سکینڈل کے ذریعے اپنی تجوریوں کو بھرنے کے لیے ملک کے کسانوں کی اکثریت کو زندہ درگور کرنے پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ عوام کی داد رسی کا ہر فورم اب عوام کے بجائے نظام کے محافظ طبقوں کا باڈی گارڈ بنا ہوا ہے، بلکہ عوام کو انصاف دینے والے جج خود اپنے بارے میں انصاف لینے کے لیے دربہ در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

یہاں کی سیاسی اَشرافیہ اپنے ملک کے اندر سے ناجائز ذرائع سے لوٹی ہوئی دولت سے دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے عشرت کدے تعمیر کرنے میں مصروف ہیں۔ اب ان کا عوام سے کوئی تعلق نہیں رہا، بلکہ وہ کرپٹ نظام کی قوتوں کے ساتھ مل کر عوامی مفادات کے خلاف ہر سطح پر جانے کو تیار ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کشمیر میں بجلی کے ظالمانہ بلز اور ٹیکسز کے خلاف چلنے والی عوامی تحریک کسی بھی سیاسی جماعت کے پلیٹ فارم کے بغیر تھی۔ کیوں کہ ان عوام دشمن اقدامات پر سیاسی جماعتیں عوام کے بجائے ظالم نظام کے ساتھ کھڑی ہیں اور عوام ان جماعتوں کو ان کے اس کردار کی وجہ سے رد کر چکے ہیں۔

عام تأثر یہی ہے کہ سیاسی جماعتوں کے لیڈر مفاہمت کے نام پر نظام کی طاقت سے ساز باز کر کے اپنے اقتدار کا راستہ ہموار کرتے ہیں اور نظام سے اپنا حصہ وصول کر کے لمبی تان کر سو جاتے ہیں۔ عوام کے دُکھ درد اور تکلیف سے انھیں کوئی واسطہ نہیں ہے۔ ہمیں تاریخ یہی بتاتی ہے کہ دراصل سیاسی قیادت کی غفلت ہی انقلابات کا راستہ ہموار کیا کرتی ہے۔

یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم موقع کی مناسبت سے ایسے مفاد پرست سیاست دانوں اور عیاش حکمرانوں سے متعلق امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے چند انقلابی افکار کا خلاصہ اور مفہوم درج کریں، تاکہ موجودہ صورتِ حال میں ہماری نوجوان نسل اس خطے کے عظیم سماجی مفکر کے فکر کی طرف متوجہ ہو سکے۔ امامِ انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ حکیم الہند امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے انقلابی افکار کا تعارف کرواتے ہوئے لکھتے ہیں:

☆ ''امام دہلویؒ فرماتے ہیں: ''یہ لوگ ہر وقت موقع کی تاک اور گھات میں رہتے ہیں اور جہاں اور جب موقع ملے، دوسروں کا مال لوٹ کھسوٹ لیتے ہیں۔ ان کی اس چھین جھپٹ اور ڈاکو پن کے پسِ پشت حکومت پر قابض ہو کر اپنے ناجائز حوصلوں کی تکمیل کا مذموم جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ ایسے بدنیت لوگ ہر قسم کے شرپسند عناصر کو تکمیلِ مقاصد کے لیے اپنا شریکِ کار بنا لیتے ہیں۔ ایک بہترین سیاسی نظام کے قیام کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر وقت ایسے فتنہ ساماں شرانگیز عناصر کے خلاف جہاد کے لیے کمربستہ رہے۔

☆ وہ افراد جن کے ہاتھ میں رہنمائی اور معاشرے کی باگ ڈور ہوتی ہے، یہ اجتماعی مفاد کو پسِ پشت ڈال کر اپنی حیوانی اَغراض کی تکمیل میں ہمہ تن منہمک اور غرق ہو جاتے ہیں۔

☆ ان حکمرانوں کی عیش پرستی اور آرام کے نت نئے سامان افراطِ زر کا نتیجہ بنتے ہیں۔ جب سربراہِ مملکت عیش میں مبتلا ہو جاتے ہیں تو ان کی بے راہ روی کے مہلک نتائج غریب عوام کو مہنگائی کی صورت میں بھگتنے پڑتے ہیں۔

☆ حکمران عیاشی کے سامان کے حصول کے لیے مزدور، کسان، تاجر اور صنعت کاروں پر بھاری ٹیکس لگاتے ہیں، جن کی ادائیگی کے لیے وہ جانوروں کی طرح دن رات کام کرتے ہیں۔ اتنی مشقت کے بعد بھلا ان کے پاس اتنی مہلت کہاں ہوتی ہے کہ وہ خدا، یا آخرت کو یاد کر سکیں۔ بھوکا اور ننگا انسان نہ اپنی زندگی سنوار سکتا ہے اور نہ آخرت۔ (شعور و آگہی، ارتفاقِ چہارم)

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مندرجہ بالا اَفکار کی روشنی میں پاکستان کے مجموعی حالات، سیاسی جماعتوں کے نام پر مفاد پرست لیڈروں اور بے رحم حکمرانوں کے لاگو کردہ ٹیکسز کا جائزہ لینا از بس ہے۔ ان حالات کے بعد کسی بھی معاشرے میں ایک مکمل سماجی تبدیلی کیوں نا گزیر ہو جاتی ہے؟ اس کے لیے امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے اَفکار و نظریات اور مولانا عبیداللہ سندھیؒ کی تصانیف لائقِ مطالعہ ہیں۔ (مدیر)

www.rahimia.org

افکارِ شاہ ولی اللہؒ

مترجم: مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

اَحادیث کی روشنی میں حُسنِ اَخلاق

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ ''حُجّةُ اللّٰہِ البالِغه'' میں فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک تم میں بہتر لوگ وہ ہیں، جو تم میں سے اچھے اَخلاق رکھتے ہیں''۔ (صحیح بخاری، حدیث:3559)

(تشریح) میں کہتا ہوں کہ: (چار اَخلاق میں سے) ''سماحت'' اور ''عدالت'' میں ایک دوسرے سے تعارض پایا جاتا ہے، جیسا کہ ہم نے پیچھے (ابواب الاحسان، باب اوّل میں) اس پر تنبیہ کی تھی۔ انبیا علیہم السلام کے علوم کی بنیاد دو مصلحتوں کی رعایت رکھنے پر ہے: 1۔ دنیا اور آخرت کے نظام کو درست طور پر قائم کرنا۔ 2۔ اور یہ کہ ممکن حد تک تمام انسانی مصلحتوں کو ایک جگہ جمع کر دینا۔ ایسی صورت میں لازم ہے کہ مقدس کتابوں اور تعلیمات میں خُلقِ ''سماحت'' کا ایسا معنی متعین کیا جائے، جس میں اُس کے ساتھ خُلقِ ''عدالت'' کی شکلیں وصورتیں بھی باہم شامل ہوں۔ اور وہ خُلقِ عدالت کی تائید کرے اور اُس پر متنبہ کرے۔ چناں چہ اللہ کی طرف سے حُسنِ اَخلاق کا حکم نازل کیا گیا۔

(حُسنِ اَخلاق کا مفہوم اور مطلب)

حُسنِ اَخلاق کا مفہوم یہ ہے کہ اُس میں مجموعی طور پر خُلقِ ''سماحت'' اور خُلقِ ''عدالت'' کے تمام اُمور پائے جائیں۔ چناں چہ حُسنِ خُلق میں درج ذیل اُمور شامل ہیں:

(الف) سخاوت کرنا، غلطی پر لوگوں کو معاف کرنا، تواضُع اختیار کرنا، حسد، کینہ اور غیظ وغضب کو چھوڑ دینا۔ یہ تمام اَخلاق ''سماحت'' کے خُلق کے اُمور ہیں۔

(ب) اور لوگوں میں باہم محبت کا پیدا ہونا، صلہ رحمی اختیار کرنا، لوگوں کے ساتھ اچھے طریقے سے اُٹھنا بیٹھنا اور معاشرے کے محتاج لوگوں کی خبرگیری کرنا، یہ تمام اَخلاق خُلقِ ''عدالت'' کے اُمور میں سے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ''سماحت'' سے متعلق اُمور، ''عدالت'' سے متعلق اُمور کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں۔ اور ''عدالت'' سے متعلق اُمور کی تکمیل ''سماحت'' سے متعلق اُمور کے بغیر نہیں ہوسکتی۔ یہ بات اللہ کی اُس خاص رحمتِ الٰہی کے سبب سے ہے، جس کی رعایت مقدس نوشتوں اور الٰہی تعلیمات میں رکھی گئی ہے۔

(زبان کی آفتوں کا بیان)

انسانی اعضا میں سب سے زیادہ خیر وشر میں بڑھ کر حصہ لینے والا عضو انسان کے منہ میں موجود زبان ہے۔ چناں چہ نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''لوگ اپنی زبانوں کی بُرائی ہی کی وجہ سے تو اوندھے منہ یا نتھنوں کے بل جہنم میں ڈالے جائیں گے!''۔ (جامع ترمذی:2616)

اور پھر یہ بھی ہے کہ زبان کی آفتیں خُلقِ ''اِخبات''، خُلقِ ''عدالت'' اور خُلقِ ''سماحت''، تمام اَخلاق میں خلل ڈالتی ہیں۔ اس لیے کہ:

☆ بہت زیادہ گفتگو کرنا اللہ کے ذکر کو بھلا دیتا ہے۔

☆ غیبت اور فضول گوئی اور اسی طرح کی ایسی باتیں جو انسانوں میں فساد پیدا کرنے والی ہیں، میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

☆ انسان جو کچھ بول رہا ہوتا ہے، دل اُس کے رنگ میں رنگین ہو جاتا ہے۔ جب بھی انسان کوئی غضب والا جملہ بولتا ہے تو ضرور دل میں بھی اُس غصے اور غضب کا رنگ آ جاتا ہے۔ اسی طرح باقی چیزوں کو بھی قیاس کرلو۔

☆ دل کا کسی رنگ میں رنگین ہو جانا انسان کو اسی طرح کی کیفیت میں لے جاتا ہے۔

اس لیے شریعت نے لازمی اور ضروری سمجھا ہے کہ باقی اَعضا کی آفتوں سے زیادہ زبان کی آفتوں کے بارے میں آگاہی اور شعور دیا جائے۔

(زبان کی آفتوں کی مختلف اَنواع واَقسام)

1۔ جب انسان کی زبان ہر ایک وادی میں منہ چلاتی ہے تو اُس کے دماغ کے ''حسِ مشترک'' میں اُن تمام اشیا کی شکل وصورتیں جمع ہو جاتی ہیں۔ ایسا آدمی جب اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اُسے ذکر اللہ کی حلاوت اور مٹھاس نصیب نہیں ہوتی۔ اور ذکر واَذکار میں غور وفکر اور تدبر کی استطاعت نہیں رہتی۔ اسی وجہ سے لایعنی اور فضول کاموں سے روکا گیا ہے (جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''کسی انسان کے اسلام کا سب سے بڑا حُسن یہ ہے کہ وہ ایسی باتوں کو چھوڑ دے جو لایعنی ہوں'')۔ (مشکوٰۃ، حدیث:4839)

2۔ ایسی باتیں جو لوگوں کے درمیان فتنے بھڑکانے والی ہوں، جیسا کہ کسی کی غیبت کرنا، جھگڑے کی باتیں کرنا، زبانی طور پر تکبر اور دِکھاوا کرنا۔

3۔ ایسی باتیں کہ جن کے نتیجے میں انسانی نفس پر درندہ صفت حیوانوں اور شہوانی حالتوں کے پردے پڑ جائیں، مثلاً گالی گلوچ کرنا اور عورتوں کے حسن اور خوب صورتی سے متعلق شہوت انگیز گفتگو کرنا۔

4۔ ایسی گفتگو جس کے سبب سے انسان اللہ کی جلالتِ شان کو بھول جائے اور اُس کی شان میں غفلت پیدا ہو جائے، جیسا کہ کسی بادشاہ کا اپنے آپ کو ''شہنشاہ'' کہنا۔

5۔ ایسی گفتگو کرنا جو قوم وملت کی مصلحتوں سے متضاد ہو۔ اس طرح سے کہ ملّی تقاضوں نے جن اُمور کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے، اُن میں رغبت پیدا ہو جائے۔ مثلاً شراب کی تعریف کرنا، انگور کو اللہ کا کرم کہنا، اللہ کی کتاب کو غلط طریقے سے پڑھنا، مغرب کی نماز کو ''عشا'' کی نماز کہنا اور عشا کی نماز کو ''عتمه'' کہنا، (جیسا کہ احادیث میں ان باتوں سے منع کیا گیا ہے)۔

6۔ ایسی بُری اور بے ہودہ گفتگو کرنا جو بُرے شیطانی افعال کی طرح ہو، جیسے فحش گوئی کرنا، جماع کی حالت بیان کرنا اور پوشیدہ اعضا کی بناوٹ بیان کرنا۔ بدفالی کا ذکر کرنا، مثلاً یہ کہنا کہ ''اس گھر میں تو کامیابی اور آسانی نہیں ہے''۔

(أبواب الإحسان، باب: 3، بقيّةُ مَباحث الإحسان)

www.rahimia.org

اسلامی دور کی ناقابلِ فراموش شخصیات

مفتی محمد اشرف عاطف، لاہور

بیت الحکمت سے وابستہ علما و سائنس دان

ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی

بیت الحکمت بغداد مسلمانوں کے دورِ عروج میں علم و حکمت کا گہوارہ تھا، جہاں سائنس کے مختلف شعبوں اور سماجی علوم کی تحقیق و ریسرچ پر گراں قدر کام ہوا، جس نے دنیا بھر کے علما اور سائنس دانوں کو اپنی طرف متوجہ کیا اور بلاتفریق مذہب مسلمان، عیسائی، یہودی، ہندو، غرض یہ کہ تمام مذاہب کے اہلِ علم اس ادارے سے وابستہ ہوئے اور علم و تحقیق کے گل ہائے رنگین کھلائے، جن سے پوری دنیا معطر و منور ہوئی۔

ریاضی کے انقلابی تصورات نے یہیں جنم لیا۔ عربی اعداد کی دریافت ہوئی۔ علمِ ریاضی کے ماہر، بابائے ریاضی و اَلجبرا کہلانے والے ابوعبداللہ محمد بن موسیٰ الخوارزمی بھی اسی ادارے سے وابستہ تھے، جنھوں نے علم ریاضی کے بارے میں انقلابی تصورات پیش کیے۔ آپ کا تعلق وسط ایشیا کے مردم خیز ملک ازبکستان کے ایک صوبے خوارزم سے تھا۔ آپ کی پیدائش 780ء میں ہوئی اور 850ء میں انتقال ہوا۔ اس طرح 70 برس عمر پائی۔

الخوارزمی نے اِعشاری نظام (ڈیسیمل سسٹم) متعارف کرایا۔ الگورتھم (Algorithm) کی اصطلاح بھی ان کے نام کی نسبت سے وجود میں آئی۔ یہ ''الخوارزمی'' کا لاطینی زبان میں تلفظ ہے۔ آپ نے ریاضی کے پیچیدہ مسائل کے حل کے لیے عربی میں کتاب لکھی، جس کا نام ''الکتاب المختصر فی حساب الجبر والمقابلہ'' ہے، جس کا بارہویں صدی عیسوی میں لاطینی زبان میں ترجمہ ہوا۔ اس کتاب میں بابل کے ریاضی کے اَسالیب، عبرانی اور ہندوستانی حسابی طریقوں کا واضح ذکر ملتا ہے۔ الخوارزمی کی کوشش تھی کہ الجبرا کو ایک علاحدہ مضمون کے طور پر دیکھا جائے۔ اعداد و شمار میں تبدیلی کی تکنیک نہ سمجھا جائے۔ انھوں نے علم الاعداد کو منظّم طریقے سے عربوں میں متعارف کرایا اور جیومیٹری کے علم کو بھی تکمیل کے مراحل تک پہنچایا۔

الخوارزمی کے ریاضی پر تحقیقی کام کے حوالے سے یورپ میں تنقید بھی کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یورپ اس وقت علمی و تہذیبی لحاظ سے تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس وجہ سے الخوارزمی کے کام کو خطرناک اور جادوئی سمجھا گیا۔ الخوارزمی کی وجہ شہرت ریاضی کے میدان میں ان کا کام ہے، تاہم ان کی تحقیق و ریسرچ کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ انھوں نے فلکیات، جغرافیہ اور ارضیات جیسے سائنسی شعبوں میں تحقیقی جوہر دکھائے۔ نوویں صدی کی دوسری دہائی میں مامون الرشید نے علم فلکیات پر تحقیق کے لیے رصدگاہیں بنوائیں۔ الخوارزمی کی سربراہی میں اس دور کے سائنس دانوں نے چاند اور سورج سے متعلق متعدد مشاہدے کیے اور انھیں قلم بند کیا۔ موسم کے اعتبار سے دنیا کو مختلف حصوں میں تقسیم کیا۔ علم جغرافیہ میں بھی آپ کا کام قابل ذکر ہے۔ انھیں اسلام کا پہلا جغرافیہ نگار ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آپ کے سائنسی کارناموں کی تاثیر اتنی گہری تھی کہ اس کے آثار آج بھی پوری دنیا میں موجود ہیں۔

ملکی معیشت

ملکی معیشت
ملکی معیشت

محمد کاشف شریف، اسلام آباد

مالیاتی قوانین کے اثرات

سو سال قبل سرمائے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا قدرے مشکل کام تھا۔ عہد ناموں کی بنیاد پر لین دین ہوتا تھا اور ان عہد ناموں کو قدر، سونا فراہم کرتا تھا۔ چناں چہ سال کے دوران ایک یا دو دفعہ حکومتوں کے مرکزی بینک ایک دوسرے سے تجارتی حجم کے مطابق حقیقی سونے کا لین دین کر لیتے تھے۔ ایسے میں بڑے سرمایہ دار اور حکومتی عہدے داران عموماً اپنی دولت اپنے مادری وطن میں ہی جمع رکھتے تھے۔ دھیرے دھیرے اس پیپر کرنسی نے یہ کام آسان کر دیا، لیکن اس میں بھی دوسرے ملک کی کرنسی کی قبولیت ایک مشکل امر تھا اور کب اس کرنسی کو کالعدم قرار دے دیا جائے معلوم نہیں۔ ایسا ہی قصہ پشاور کے سیٹھی خاندان کا تھا، جن کی کروڑوں روبل کی دولت 1917ء کے سوویت انقلاب کی نذر ہو گئی۔ کیوں کہ انقلاب کے بعد پُرانے روبل کو کالعدم قرار دے دیا گیا اور سیٹھی خاندان کی کروڑوں کی دولت راتوں رات مٹی میں مل گئی۔

ڈالر کی عالمی حیثیت نے اس مسئلے کو کافی حد تک آسان کر دیا۔ پھر ایک ایسی لوٹ کا سلسلہ شروع ہوا کہ وہ تھمنے کا نام نہیں لے رہا۔ اس عالمی واردات میں سوویت یونین کے اِنہدام سے مزید تیزی آئی۔ چناں چہ نوے کی دہائی میں گلوبلائزیشن کے تصور کی طرح ڈالی گئی۔ عالمی میڈیا اور مفکرین نے سرحدوں کی پابندیوں کے خلاف بات کرنی شروع کی۔ انھوں نے قومی جمہوریتوں کے تصور کی نفی کرتے ہوئے سرمائے اور لیبر کی بلارُکاوٹ ترسیل و آمد و رفت کو پروموٹ کیا اور لوٹ کھسوٹ کرنے والی غالب اقوام کی دیکھا دیکھی مغلوب اقوام نے بھی اس نئے تصور کو لبیک کہا۔ بیرونی سرمایہ کاری اور ہنرمند (Skilled) مزدور ایک ایسا منتر تھا جو ہر کسی کی زبان پر آ گیا۔ اس دوران دھیرے دھیرے پوری دنیا کے بینکوں کو ایک نظام میں پرو دیا گیا اور آئی ٹی، انجینئرنگ، اکاؤنٹس اور میڈیکل کے سستے مزدور پیدا کر کے ان مارکیٹس کو فراہم کیے گئے۔ اس مقصد کے لیے خواہ جنگ کروا کر مہاجرین کا المیہ ہی کیوں نہ جنم دینا پڑے، یا غیر قانونی تارکینِ وطن کو ڈنکیوں میں موت کے گھاٹ کیوں نہ اُتارنا پڑے، یا ملکوں کے ملکوں میں مالیاتی اور کرنسی کے بحران ہی کیوں نہ پیدا کرنے پڑیں، سب کیا گیا!

اس گلوبلائزیشن کی تحریک نے لوٹ مار کی جدید شکل کو جنم دیا۔ یوں ایشیا اور فریقا کے غریب ممالک کے امیر حکمران اور وہاں کی بیوروکریسی نے مغربی مالیاتی اور قانونی ماہرین کی زیرِ نگرانی ایک مربوط اور منظّم نظام کے تحت اپنی قوموں کو خوب لوٹا اور جہاں ضرورت پڑی وہاں ایسے قوانین بنائے جن کی بدولت اس کام میں سہولت ہو۔ اس میں (Protection of Economic Reforms Act, 1992) اور بعد ازاں تواتر سے FBR کے فورم سے تجارت اور سرمایہ کاری کے فروغ کا بہانہ لگا کر عالمی سرمایہ کاروں اور ان کے مقامی گماشتوں کو خوب مراعات دی گئیں۔ (بقیہ صفحہ: 10 پر)

www.rahimia.org

عالمی منظرنامہ

مرزا محمد رمضان، راولپنڈی

عالمی مالیاتی اداروں کا پاکستان کو انتباہ!

ملکوں کے جغرافیے وجود میں آنے سے ان کی شناخت بھی علاحدہ ہوچکی ہے۔ یہی شناخت آج ان کی پہچان بن چکی ہے۔ قومیں جنھوں نے قومی ترقی کے سفر میں مختلف منازل طے کی ہوتی ہیں، سماجی مقام حاصل کر کے ایک علامتی شکل اختیار کرلیتی ہیں۔ پھر ایک استعارہ اور علامت بن جاتی ہیں، جو صدیوں پر محیط ہو جاتا ہے۔ اقوام نے جدوجہد کر کے معاشی مقام حاصل کیا ہوتا ہے، لیکن یہی مقام دنیا میں ان کی خصوصیت شمار ہونے لگتا ہے۔ دنیا میں آپ کی شناخت کیا ہے؟ اس کا دارومدار قومی قیادت کی سوچ اور اَفکار و خیالات پر منحصر ہوتا ہے۔ قیادت میں اگر اعلیٰ تصورات کی بلندی اور وسعت ہو تو قوم ترقی کرتی ہے، بہ صورتِ دیگر اپنے وقتی گروہی مفادات کو مقدم رکھتی ہے۔

پاکستان کو معرضِ وجود میں آئے آج 77 سال ہونے کو ہیں۔ ہم نے آج تک قومی سطح کا ایسا کوئی فیصلہ نہیں کیا، جس سے کسی قسم کی ترقی کے ہدف کا تعین ہوتا نظر آئے۔ یہ ایک خطرناک رُجحان ہے۔ یہی ہمارا قومی المیہ ہے۔ قومی فیصلہ اجتماعی دانش کے بجائے ایک طاقت ور جتھہ کرتا چلا آ رہا ہے، جس کے پیشِ نظر محض گروہی مفادات ہوتے ہیں۔ تنگیٔ سوچ کے فیصلوں سے وسعتِ نظری کے اثرات مرتب نہیں ہو سکتے۔

بالادست طبقہ مضبوط اور مستحکم ہوتا جا رہا ہے۔ 90 فی صد طبقے کی وسائل سے محرومی کے باعث معاشی سرگرمیاں معطل ہو رہی ہیں۔ آئی ایم ایف کی حالیہ رپورٹ کے مطابق پاکستان معاشی طور پر انتہائی تباہ کن سطح پر پہنچ چکا ہے۔ آئی ایم ایف کا بیل آؤٹ پیکج بھی پاکستان کو نہیں بچا سکتا۔ آئی ایم ایف کے صدر کی پاکستان کے لیے خصوصی نمائندہ ایستھر پیریز رویز (Esther Perez Ruiz) اسی ہفتے پاکستان کا دورہ کرنے والی ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ پاکستان کی اشرافیہ کو متعدد بار کہا جا چکا ہے کہ آپ ملک میں دی جانے والی اعانتوں اور مراعات کو ختم کریں۔ چوں کہ وہ اسے ختم نہیں کر رہے، اس لیے ہم نے پروگرام بنایا ہے کہ پاکستان کا بجٹ براہِ راست آئی ایم ایف کی ٹیم بنائے گی۔ (عرب نیوز 12؍ مئی 2024) چناں چہ اسی پس منظر میں آئی ایم ایف مشن کی چیف نتھن پورٹر (Nathan Porter) نے بیل آؤٹ پیکج کے سلسلے میں پاکستانی وزیرخزانہ محمد اورنگ زیب سے بات چیت کا آغاز کیا ہے۔ (رائٹرز 13؍ مئی 2024)

معاشی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ پاکستان کے حوالے سے دو بڑی اہم نوعتیں سامنے آئی ہیں: ایک محمد بن سلمان اور دوسر آئی ایم ایف کا پروگرام جو اس دفعہ پاکستان کے لیے چھتری کا کردار نبھانے سے قاصر دکھائی دیتا ہے۔ معاشی ماہرین کے بہ قول: پاکستان کی معیشت کے بارے میں چوں کہ عالمی ایجنسیوں نے منفی ریٹنگ دے رکھی ہے، اس لیے دنیا کے کمرشل بینکوں نے بھی اس دفعہ پاکستان کو قرضہ جاری نہیں کیا۔ انھوں نے کہا ہے کہ پاکستان میں سیاسی عدمِ استحکام ہے۔ گزشتہ تین سالوں میں عدمِ استحکام ہونے کے باعث تمام معاشی اعشاریے منفی رُجحان ظاہر کر رہے ہیں۔

محمد بن سلمان کا دورہ بار بار ملتوی ہو رہا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ پاکستان کی معیشت کی تین لائف لائنیں ہیں: آئی ایم ایف، سعودی عرب اور چین۔ اس وقت تینوں غیر مؤثر ہوچکی ہیں۔ برطانوی معیشت دان ڈاکٹر پروفیسر عدنان خان جو وہاں چیف اکانومسٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں، نے پاکستان کے دو بڑے شہروں جن میں کراچی اور لاہور شامل ہیں کے تاجروں اور سرمایہ کاروں سے ملاقاتیں کی ہیں، جن میں انھوں نے کاروباری سرگرمیوں کے بارے میں خیالات جاننے کی کوشش کی ہے۔ کاروباری حلقوں کا کہنا ہے کہ چوں کہ ملک میں سیاسی عدمِ استحکام ہے، اس لیے ہم ''دیکھو اور انتظار کرو'' کی پالیسی پر گامزن ہیں۔ سرمایہ کاری کے لیے صحت مند رُجحان کا ہونا انتہائی ضروری ہوتا ہے۔ جب تک تاجر مستقبل کے بارے میں پراُمید نہیں ہوتے، اس وقت تک سرمایہ کاری نہیں ہوتی۔ جب تک سرمایہ کاری نہیں ہوتی اس وقت کوئی بھی عالمی مالیاتی ادارہ' معیشت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آئی ایم ایف کے قرضے ملکی معیشت میں تجارتی ادائیگیوں میں ہونے والی کمی بیشی کے فرق کو ایڈجسٹ کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔ جب معاشی سرگرمیاں ہی معطل ہو جائیں تو ایڈجسٹمنٹ کے کیا معنی!؟

جہاں تک دوسری لائف لائن یعنی سعودی عرب کے کردار کی بات ہے، وہ ہمیں دو طرح سے مدد فراہم کرتا ہے۔ پاکستانیوں کو روزگار فراہم کر کے اور دوسرا براہِ راست مالی اعانت، یعنی مالی مدد کر کے۔ اس نے تین ارب ڈالر پاکستان کی اکانومی میں بہ طور اُدھار رکھ کر ہماری مدد کی تھی۔ اس کے علاوہ تیل کی مد میں ادائیگیوں کو مؤخر کر کے بھی ہمارا مالی تعاون کیا تھا۔ تیسرا عنصر چین تھا۔ پاکستانی مقتدرہ نے اسے پس پشت ڈال کر اس کی طرف سے فراہم کردہ مالی اعانت کو نظرانداز کر کے اپنی معیشت کا دھڑن تختہ کرلیا، جس کے اثرات آج تک پاکستانی معیشت بھگت رہی ہے۔

گزشتہ تین سالوں میں معاشی حالات یہاں تک پہنچ چکے ہیں کہ انھیں بہتر کرنے کے لیے بھی کم و بیش 10 سے 15 سال کا عرصہ درکار ہوگا۔ وہ بھی اس صورت میں کہ ایک حکومت مسلسل 15 سال تک اقتدار میں رہے اور پالیسیوں کا تسلسل برقرار رکھے۔ دوسرا یہ کہ ریاستی ڈھانچہ پورا تبدیل کرنا پڑے گا، کیوں کہ مقتدرہ کے گزشتہ عرصے میں اختیار کردہ اقدامات، جو 'خاک نہ دُھول، بکائن کے پھول' ثابت ہوئے ہیں، اس لیے یہی بوسیدہ سٹرکچر سود مند ثابت نہیں ہوسکتا۔ برطانوی ریاست کے چیف اکانومسٹ کی طرف سے مشورہ دینے کے معنی یہاں کی مقتدرہ کو سمجھ لینا چاہیے کہ حالات کنٹرول سے باہر ہوچکے ہیں۔ اب ان کے پاس واپس اپنی بیرک میں جانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں ہے۔ ملک سیاسی اور معاشی طور پر تباہ ہو چکا ہے۔ حالیہ سیاسی تشکیل ریت کے گھروندے ثابت ہوئی ہے۔ عوام کے ووٹ کے ساتھ مذاق کر کے غیر مقبول لوگوں کو اقتدار پر مسلط کرنے کے عمل نے اقوامِ عالم میں ملکی ساکھ کو تباہ و برباد کر دیا ہے۔

www.rahimia.org

خطبات و بیانات

رپورٹ: سیّد نفیس مبارک ہمدانی، لاہور

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور شکر و اِمتنان ادا کرنے کا طریقہ

۱۰/ ذوالحجہ ۱۴۴۴ھ / 29/ جون 2023ء کو حضرت اقدس مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے ادارہ رحیمیہ لاہور میں خطبہ عیدالاضحیٰ ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا:

''معزز دوستو! ذوالحج اُن مہینوں میں سے ہے جنھیں اشہرِ حرم کہا گیا ہے۔ بالخصوص یکم سے دس ذوالحج تک ایام واوقات بہت مبارک لمحات ہیں۔ ایک مسلمان کو ان دنوں میں اعمال واذکار اور عبادات کے ذریعے سے اللہ کی حمد و ثنا اور اس کا شکر و اِمتنان ادا کرنے کے لیے کردار ادا کرنا چاہیے۔ ان دنوں میں حمد کا ایک خاص طریقہ ہے۔ وہ وہی ہے جو ابراہیم علیہ السلام سے پہلے کے انبیا علیہم السلام کا طریقۂ کار بھی رہا ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ انھیں روح کی ترقی اور عروج کے لیے حمد کا اعلیٰ ترین درجے کا نیا طریقۂ قربانی عنایت کیا گیا۔

امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ اللہ کی حمد و ثنا ہر مخلوق کی ذمہ داری ہے۔ وہ اللہ جس نے یہ انسان پیدا کیا ہے، انسان کے لیے وہ تمام انعامات اور تمام مخلوقات جو انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہیں، اس کا لازمی تقاضا ہے کہ انسان دل و جان کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا میں مشغول رہے۔ ہر ممکن حد تک اللہ کی حمد و ثنا کرے۔ اللہ کا انسان پر حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے اور عبادت کا بہترین طریقہ اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا ہے۔ ایک قولی حمد ہے کہ زبان کے ساتھ اللہ کی حمد و ثنا بیان کی جائے۔ جتنے بھی ایسے اذکار (تعریف و تسبیح و تحمید وغیرہ) جو زبان سے ادا کیے جاتے ہیں، وہ سب کے سب اللہ کی ''قولی حمد'' ہیں۔

انسان زبان سے تو شکریہ ادا کرے، لیکن دل اور جسم اُس کا اکڑا ہوا ہو، دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور تعظیم نہ ہو تو اسے حمد سے تعبیر نہیں کیا جائے گا۔ دنیا بھر کے تمام مذاہب اور معاشروں میں انسان جب کسی کا حق سمجھ کر اُس کا شکریہ ادا کرتے ہیں تو زبان سے کہنے کے ساتھ ساتھ اپنا جسم بھی اس کے سامنے جھکاتے ہیں۔ اس طرح دل میں بھی اُس کی عظمت کا اِظہار ہوتا ہے۔ اس لیے حمد و ثنا کا دوسرا طریقہ تعظیم ہے کہ انسان اللہ کی عظمت کا اظہار کرتے ہوئے ظاہری طور پر بھی اس کے سامنے جھکے۔ اس کے لیے شاہ صاحبؒ نے ''قلب'' اور ''قالب'' کے الفاظ استعمال کیے ہیں۔ ''قلب'' یعنی دل سے اور ''قالب'' یعنی جسم سے اللہ کے سامنے جھک کر اس کی حمد اور تعظیم کی جائے۔ اس لیے جب ذاتِ باری تعالیٰ کا معاملہ آتا ہے تو وہاں بڑے سے بڑے انسان، انبیا علیہم السلام، امام الانبیا بھی اپنی ناک اور ماتھا زمین پر رگڑتے ہوئے اللہ کی تعظیم میں جھک جاتے اور حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ''انسان جب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے تو اللہ کے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے'' اور آدمی جتنا کسی کے قریب ہو تو اُس وقت جتنی درخواست کرے، جو تعریف اور حمد و ثنا کرے، جو دعا مانگے، وہ ضرور قبول ہوتی ہے''۔

حضرت ابراہیمؑ کا انسانیت کے لیے روح کو خداشناسی کا ذریعہ بنانا

حضرت آزاد رائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

''عظمت کا تعلق قلب سے بھی ہے اور قالب سے بھی۔ یہ دونوں طرح کی حمد اور شکر حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نوح علیہ السلام، ہود علیہ السلام، صالح علیہ السلام، یعنی قبل از ابراہیم علیہ السلام تعظیم کے یہ طریقے انسانیت کے لیے انبیا، حکما، عقلا کے ہاں طے شدہ تھے۔ وہ عظمت کا اظہار کرتے تھے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے انبیا علیہم السلام نے خداشناسی کے لیے مظاہرِ قدرت کو ذریعہ بنایا تھا۔ انسانیت ابھی ذہنی بلوغ کے اُس اعلیٰ مقام تک نہیں پہنچی تھی کہ مظاہرِ قدرت کے واسطے کے بغیر ذاتِ باری تعالیٰ کی معرفت حاصل کر پائے۔ حضرت ادریس علیہ السلام نے علمِ نجوم، طبیعاتی قوانین، کرۂ ارض پر موجود اسباب و مسببات کا نظام، سورج، چاند، ستارے، ان کی تاثیرات کی اساس پر خداشناسی کا کام کیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں انسانی روح اور اُس کا ذہن بالغ ہو چکا تھا، اس لیے آپؑ نے روح کو خداشناسی کا ذریعہ بنایا۔ انسان سچی خداشناسی تب حاصل کرے گا کہ جب وہ اپنی روح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے گا۔ روح کی زبان میں گفتگو کرے گا۔ اب اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس سے پہلے کی عبادات اور تعظیمات اور اقوال منسوخ ہو گئے۔ نہیں! زبانی ذکر و اذکار، جس سے حمد و ثنا ہو، وہ بھی ہو گی: ''اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، لا إلٰہ إلّا اللّٰہ و اللّٰہ أکبر، اللّٰہ أکبر، و لِلّٰہ الحمد''۔ زبان سے بھی ادا کیا جائے گا کہ: لبّیک اللّٰھُمّ لبّیک، لا شریکَ لک لبّیک، إنّ الحمدَ و النّعمةَ لک و الملک لا شریک لک، لبّیک۔ قلب اور قالب کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اُس کے عشق سے معمور کر کے اپنا وطن چھوڑ کر حرمِ بیت اللہ میں پہنچنا اور دیوانہ وار خانۂ کعبہ کا طواف کرنا جسمانی حمد و ثنا ہے، جو گزشتہ انبیا علیہم السلام کی تعلیمات میں تھی، یہ بھی برقرار رہے گی۔

ابراہیم علیہ السلام کی ملت نے انسانیت کو اعلیٰ تعلیم دینے کے لیے روح کو خداشناسی کا ذریعہ بنایا اور روح کی حمد و ثنا بیان کر دی۔ کیوں کہ انسانیت اب اپنے ارتقا کے اگلے مرحلے میں داخل ہو رہی ہے، جس کا تقاضا ہے کہ انسان اپنی روح کے ذریعے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرے۔ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ: ''روح کی حمد یہ ہے کہ وہ (عیدالاضحیٰ کے موقع پر) ایک روح یعنی جانور ذبح کرے''۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے اس کی بڑی اہم اور اعلیٰ درجے کی حکمت بیان کی ہے کہ انسان روح کے بغیر کچھ نہیں۔ جسم اور روح کا مرکب ہے۔ روح کے بارے میں اللہ نے کہا ہے کہ: ''روح جو اللہ کا امر ہے''۔ (سورۃ بنی اسرائیل) کائنات کا ایک عالَمِ خَلق ہے اور ایک عالَمِ امر ہے۔ قرآن حکیم نے واضح کر دیا: ''اللہ ہی کے لیے امر ہے اور اللہ ہی کے لیے خَلق ہے''۔ (اعراف: 54) روح اُمورِ مجردہ میں سے ہے، یعنی وہ ایسا امر ہے، جو نظر نہیں آتا۔ مادے سے ماورا ہے۔ وہ ایک نورانی نقطہ ہے، جو انسانی جسم کے تمام مراحل میں فروزاں رہتا ہے، جس کی وجہ سے انسان زندہ ہے''۔

www.rahimia.org

روح سے حمد وثنا بیان کرنے کی
حکمت اور اہمیت

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں انسانیت کے اعلیٰ دماغ ایسے مقام پر پہنچ گئے کہ وہاں روح کا شکرادا کرنا ضروری تھا۔ اب روح کا شکر ادا کرنے کے لیے ابراہیم علیہ السلام کو ایک خواب کے ذریعے سکھایا گیا کہ روح سے حمد وثنا بیان کرو۔ روح کی حمد وثنا کیا ہے کہ روح کو قربان کرنے کا جذبہ پیدا کرو۔ حضرت ابراہیمؑ نے دیکھا کہ وہ اپنی روح (یعنی اپنے بیٹے) کو ذبح کر رہے ہیں۔ یہ اعلیٰ درجے کی حمد وثنا تھی، جس کو حضرت ابراہیمؑ نے بعد میں عزم وہمت کے ساتھ اپنے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ کر عملی جامہ پہنایا۔ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ یہ اپنی روح کے ذریعے سے شکر اور عبادت و تذلل بارگاہِ الٰہی کی انتہا ہے۔

شاہ صاحبؒ بیان کرتے ہیں کہ ذبح ’’ازھاق الرّوح‘‘ (روح نکل جانے) کا نام ہے۔ جب ایک انسان ایک جانور کو ذبح کر کے روح نکالتا ہے تو یہ عمل اس کی اپنی روح کے ساتھ چپک جاتا ہے۔ اس کے صحیفۂ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے کہ اس نے اپنی روح کی بہیمی عادات کو کاٹا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ انسان یہ عزم کرے کہ دین کے نظام کو غالب کرنے، اس کی عبادت کرنے، اس کے نظام کو قائم کرنے، انسانیت کے لیے امن، عدل، انصاف قائم کرنے کے لیے اگر اُسے جان بھی قربان کرنی پڑی تو وہ کرے گا۔ اس کو اللہ نے کہا ہے کہ: ’’اللہ نے مؤمنوں سے اُن کے نفس، جنت کے بدلے میں خرید لیے‘‘۔ (سورۃ برأت) گویا روح کے سودے کا عمل ابراہیمی اور اسماعیلی عمل ہے۔

قرآن حکیم میں ذکر کردہ آٹھ حلال جانوروں کی روح بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہے۔ قرآن نے کہا ہے کہ: ’’ہم نے تم پر اَنعام نازل کیے‘‘ (سورۃ انعام)، اَنعام انھی چوپایوں کو کہتے ہیں، جن کی روح اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہے، لیکن وہ جان دار جن کی روح اسی دنیا کے حیوانی دائرے سے وجود میں آئی ہے، انسان کے لیے کھانا حلال نہیں ہے۔ صرف وہ جانور جن کی روح انسانی روحوں کی طرح اوپر سے نیچے آئی ہے، ان کا کھانا اور انھی کو قربان کرنا حلال ہے۔ جب ان کو قربان کریں گے تو دراصل اپنی روح کو قربان کریں گے۔ جیسے گوشت کھاتے ہو تو جسم طاقت ور ہوتا ہے، ایسے ہی روح کو اللہ کے لیے ذبح کیا تو وہ روح تمھاری روحانیت کو طاقت ور بنائے گی۔

سال میں جیسے باقی عبادتوں کی ایک ٹائمنگ مقرر ہے، نماز؛ دن میں پانچ مرتبہ، روزہ؛ سال میں ایک مہینے میں، ایسے ہی قربانی کے یہ تین دن ’’أیام النّحر‘‘ ہیں؛ دسویں، گیارھویں اور بارھویں ذوالحج۔ ترجیحی طور پر دسویں، اس دن نہ کر سکے تو گیارھویں، ورنہ بارھویں دن۔ پورے سال بعد ایک انسان کو ان تین دنوں میں حمد کی یہ ذمہ داری ادا کرنی ہے۔ اپنی روح کو اللہ کے سامنے حمد وثنا کے طور پر، عبادت کے طور پر، مضبوط بنانے کے لیے، اپنی محنت ومشقت سے کمائے ہوئے مال سے خریدا ہوا یا اپنا پالا ہوا جانور ذبح کرنا ہے، اپنی روح کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنی ہے‘‘۔

قربانی کے چند بنیادی ضروری اُمور،
جن کا لحاظ اہم ہے

حضرت آزادرائے پوری مدظلہٗ نے مزید فرمایا:

’’آج کل ایک احمقانہ تصور پھیلایا جاتا ہے کہ ’’اتنے لاکھوں جانور ذبح کرنے کے بجائے غریبوں میں پیسے بانٹ دینے چاہئیں وغیرہ‘‘، حال آں کہ جانور ذبح کرنے سے محض گوشت کھانا مقصد نہیں ہے۔ یاد رکھو! یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ یہ سب لوگوں میں بانٹا جائے۔ قربانی کرنے والا سارا کا سارا گوشت خود بھی کھا لے تو کوئی حرج کی بات نہیں۔ اصل چیز جانور ذبح کر کے اپنی روح کو اللہ کے ساتھ وابستہ کرنا ہے۔

بات بڑی بنیادی سی ہے کہ انسان روح کے بغیر کچھ نہیں اور روح کی حمد وثنا، روح کی عبادت؛ جانور ذبح کرنے سے وابستہ ہے۔ اس لیے عیدالاضحیٰ کے ایام میں جانور ذبح کرو، ممکن حد تک ہر غریب تک اُس کا گوشت پہنچاؤ، مسکینوں کی مدد کرو، ان پر خرچ کرو۔ کم از کم 1/3 حصہ تو ضرور دو، لیکن سارا بھی کھا لو تو کوئی حرج نہیں۔ اس موقع پر ’’ذبح‘‘ کا ’’حقیقتِ ابراہیمیہ واسماعیلیہ‘‘ کے ساتھ حقیقی تعلق ہے۔ قربانی ابراہیمی اور اسماعیلی سنت ہے، بغیر ذبیحہ کے کسی صورت ادا نہیں ہوسکتی۔

ایک گمراہی یہ پھیلائی جاتی ہے کہ خاندان کا بڑا اگر قربانی کر دے تو سب کی طرف سے ہو جاتی ہے۔ یہ لایعنی باتیں ہیں۔ دنیا کا کوئی قانون بغیر ایس او پیز کے عمل نہیں کرتا۔ اس کا ایک طریقۂ کار ہوتا ہے۔ یہ لاقانونیت نہیں چل سکتی کہ جس کی مرضی کرے، جس کی مرضی نہ کرے۔ جب روح کا شکریہ ادا کرنا ہے تو اس کا قانون اور ضابطہ ہے، جس میں واضح اور متعین کر دیا گیا ہے کہ ایک گھر میں جتنے بھی ’’صاحبِ نصاب‘‘ ہیں، ان پر قربانی کرنا واجب ہے۔ کیوں کہ اس کا تعلق اُس ذبح کرنے والے کی روح کے ساتھ ہے۔ اگر صرف گھر کا سربراہ قربانی کر دے، اس کی قربانی سے اس کی روح کا فرض تو ادا ہو گیا، باقی گھر والوں۔ جن پر قربانی واجب ہو چکی ہے۔ کی روحوں کا تعلق اللہ سے کیسے جڑے گا؟ اس لیے دینِ اسلام کی قانونی روح کو سمجھنا بڑا ضروری ہے۔

عیدالاضحیٰ کے تین یوم أیام النحر (قربانی کے دن) ہیں۔ جن میں ہر صاحب نصاب مسلمان اپنی روح کا شکر ادا کرنے کے لیے عبادت کے طور پر اپنا جانور ترجیحاً اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ کیوں کہ اس سے مقصد اپنی روح کی خرابیوں کو ذبح کرنا ہے۔ اس ذبح کا طریقۂ کار بھی دینِ اسلام کے قانون میں وضع کر دیا گیا ہے کہ ذبح کرتے وقت چھری تیز ہونی چاہیے، کسی دوسرے جانور کے سامنے ذبح نہ کیا جائے، اسی طرح اس کے دیگر لوازمات اور تقاضے بھی بیان کر دیے گئے ہیں۔ بڑی بنیادی سی بات ہے کہ عیدالاضحیٰ کے دن میں قربانی کے فلسفے، حقیقت اور اس کے قانونی نظام کو شعوری طور پر سمجھنا مسلمان کا فریضہ ہے۔ ورنہ تو کسی گمراہی کی غار میں گر کر دنیا کی تباہی اور بربادی بھی ہے اور آخرت کی ذلت اور رُسوائی بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے بچائے اور قربانی کی اس حقیقت کو سمجھ کر اپنی روح کو کامیاب بنانے کے لیے شعوری طور پر آگے بڑھنے کی توفیق عطا فرمائے‘‘۔ (آمین!)

www.rahimia.org

عظمت کے مینار

وسیم اعجاز، کراچی

حضرت مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ

حضرت مولانا سیّد محمد داؤد غزنویؒ ایک بلند پایہ سیاست دان، مقرر، دانش ور، معلم، ادیب اور صحافی تھے۔ 1895ء میں پنجاب کے شہر امرتسر میں پیدا ہوئے۔ والدِ گرامی مولانا سیّد عبدالجبار غزنویؒ کا شمار جید علمائے کرام کی فہرست میں کیا جاتا تھا۔ مولانا موصوفؒ کے دادا سیّد عبداللہ غزنویؒ (خلیفہ مولانا حبیب اللہ قندھاریؒ) 1879ء میں غزنی سے امرتسر تشریف لائے اور اسی سرزمین کو اپنا مسکن بنالیا اور ایک دینی درس گاہ بھی قائم کی (مولانا حبیب اللہ قندھاریؒ حضرت سیّد احمد شہیدؒ کے فیض یافتہ تھے)۔ مولانا داؤد غزنویؒ نے ابتدائی تعلیم امرتسر میں اپنے والدِ گرامی اور اپنے چچا زاد بھائی سیّد عبدالاوّل غزنویؒ سے حاصل کی۔ بعدازاں مزید تعلیم کے حصول کے لیے دہلی تشریف لے گئے۔ درس گاہ میاں نذیر حسین دہلویؒ میں داخلہ لیا۔ مدرسہ فتح پور دہلی میں حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد اور تحریکِ ریشمی رومال کے ایک اہم رُکن مولانا سیف الرحمٰنؒ سے علومِ عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی۔ مولانا عبداللہ غازی پوریؒ سے بھی اکتسابِ فیض کیا۔

تعلیم سے فراغت کے بعد امرتسر واپس تشریف لائے اور تفسیر وحدیث کی تدریس میں مشغول ہوگئے۔ اسی دوران سیاست میں بھی دلچسپی پیدا ہوئی اور تحریکِ آزادی میں عملی کردار کا آغاز فرمایا۔ 1919ء میں تحریکِ خلافت کا آغاز ہوا تو اس میں سرگرم ہوگئے۔ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے پنجاب میں اپنے وعظوں میں انگریز سامراج کے خلاف کھلے الفاظ میں بیان کرنا شروع کیا۔ 1919ء ہی میں امرتسر میں جلیانوالا باغ کے حادثے میں بال بال بچے۔ اس حادثے میں 400 سے زائد لوگوں کو بے گناہ مار دیا گیا تھا۔ مولاناؒ اس واقعے کے خلاف اپنی تحاریر اور تقاریر کے ذریعے انگریز سامراج کے خلاف متحرک ہوئے۔ وہ انگریزی حکومت کے خلاف حق گوئی اور بے باکی کا پیکر سمجھے جاتے تھے۔ 1919ء جمعیت علمائے ہند کے تاسیسی اجلاس منعقدہ امرتسر میں شرکت کی اور جمعیت کے بانی اراکین میں شمار کیے جاتے ہیں۔

مولانا داؤد غزنویؒ ساری زندگی فرنگی سامراج کے خلاف سیسہ پلائی دیوار ثابت ہوئے۔ آپؒ نے سیاسی میدان میں انگریزی حکومت کو بہت مشکلات سے دوچار کیا۔ اسی پاداش میں 1921ء میں مولانا ظفر علی خانؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، ڈاکٹر سیف الدین کچلوؒ کے ہمراہ گرفتار ہوئے۔ ان کو مختلف جیلوں میں بھیج دیا گیا۔ مولانا موصوف میانوالی جیل میں 3 سال تک اسیر رہے۔ 1925ء میں جب دوبارہ گرفتار ہوئے تو قیدیوں کے ساتھ مل کر ایک اجتماعیت قائم کرلی اور سیاسی قیدیوں کو سہولیات دینے میں کامیابی حاصل کی۔ 1927ء میں سائمن کمیشن کے خلاف تحریک چلانے کی پاداش میں تیسری بار گرفتار کیے گئے۔ آپؒ نے مختلف اوقات میں اپنی زندگی کے 15 سال قید وبند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

یکم/ اپریل 1927ء میں امرتسر سے ''توحید'' کے نام سے ایک علمی وادبی ہفتہ وار رسالے کا بھی اجرا کیا۔ 29/ دسمبر 1929ء میں تحریکِ خلافت پنجاب کے رہنماؤں: امیرِ شریعت سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی، مفکرِ اَحرار چودھری افضل حق، شیخ حسام الدین، خواجہ عبدالرحمٰن غازی اور مولانا مظہر علی اظہر- رحمہم اللہ- کے ساتھ مل کر مجلسِ اَحرار قائم فرمائی۔ آپؒ نے مجلسِ اَحرار کے پہلے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے اڑھائی سال تک ذمہ داری نبھائی۔

1942ء میں کانگریس کی جانب سے انگریز حکومت کے خلاف ''ہندوستان چھوڑ دو'' تحریک کا آغاز ہوا تو مولانا ابوالکلام آزادؒ کی منشا سے کانگریس میں شمولیت اختیار کی اور قائدانہ کردار ادا کیا۔ پنجاب کانگریس کمیٹی کے صدر منتخب ہوئے اور کانگریس کے پلیٹ فارم پر پنجاب میں اسمبلی کے پہلے ممبر منتخب ہوئے۔ مارچ 1942ء میں جمعیت علمائے ہند کے اجلاس کی مجلسِ استقبالیہ کے سربراہ تھے۔ ملک بھر کے علمائے کرام کو دعوت ناموں کے ذریعے مدعو کیا گیا۔ مولانا موصوفؒ نے کچھ عرصہ جمعیت علمائے ہند کے نائب صدر کی حیثیت سے بھی اپنا سیاسی کردار ادا کیا۔

1946ء میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم کا انتخاب کیا اور ایم ایل اے کے طور پر کام کرتے رہے۔ تقسیمِ ہند کے بعد 1947ء میں ''جماعتِ اہلِ حدیث'' کو از سرِ نو منظّم کیا۔ 1953ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں بھی پیش پیش رہے۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں ناظمِ اعلیٰ کے طور پر قائدانہ کردار ادا کیا۔ 1958ء میں مارشل لاء کے قیام کی مخالفت کی۔ 1960ء میں آئینی مسودہ مولانا موصوفؒ کو بھیجا گیا، اس کے بارے میں آپؒ کی رائے تھی کہ: ''یہ مسودہ نہ تو آئینی ہے اور نہ ہی جمہوری''۔ مولاناؒ کا برعظیم کی تقریباً تمام دینی وعلمی، قومی و ملّی اور سیاسی تحریکات سے تعلق رہا۔ وہ کانگریس، خلافت کمیٹی، مجلسِ اَحرار، مسلم لیگ اور جمعیت علمائے ہند کے سینئر رہنماؤں میں شمار کیے جاتے تھے۔

مئی 1962ء میں مدینہ یونیورسٹی کے افتتاح کے موقع پر یونیورسٹی کے چانسلر کی جانب سے آپؒ کو مشاورتی بورڈ کا رُکن مقرر کیا گیا۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران دل کے عارضے میں مبتلا ہوگئے تھے۔ پھر 16/ دسمبر 1963ء کو جان جانِ آفریں کے سپرد کی اور اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔ میانی صاحب قبرستان لاہور میں آسودۂ خواب ہیں۔

بقیہ: مالیاتی قوانین کے اثرات یوں ان پچیس سالوں میں مقتدرہ نے معاشی ترقی اور خوش حالی کے ریکارڈ توڑ دیے۔ چناں چہ پاناما لیکس، پیراڈائز لیکس اور اب دبئ لیکس، ان سب نے یہ واضح کردیا کہ گزشتہ نصف صدی ایک سفاک اور لوٹ کھسوٹ کی صدی تھی اور پاکستان جیسے ممالک پر اربوں ڈالر کے قرضے چڑھے اور ہماری اشرافیہ اربوں ڈالر کی مالک بنی۔ ان ظالموں نے یہیں بس نہیں کی بلکہ لوٹ کے مال کو دبئ جیسے ممالک میں منتقل کرتے رہے اور اپنے ممالک کو غربت اور بے بسی کے دوہرے عذاب سے دوچار کردیا۔ دوہری شہریت اور بیرون ملک سرمایہ کاری کے قوانین پاکستان کے لیے تباہ کن ثابت ہوچکے ہیں۔ انھیں قومی تقاضوں کے مطابق ڈھالنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔

www.rahimia.org

دینی مسائل

مفتی عبدالخالق آزاد رائے پوری

احکام و مسائل قربانی و عیدالاضحیٰ

1۔ ہر ایسے مسلمان عاقل، بالغ مرد و عورت پر قربانی کرنا واجب ہے، جو عیدالاضحیٰ کے دن مقیم ہو اور صاحبِ نصاب' یعنی شریعت کی مقرر کردہ مال کی مقدار کا مالک ہو۔

2۔ صاحبِ نصاب وہ آدمی ہے، جس کے پاس شرعی نصاب: (الف) ساڑھے سات تولہ خالص سونا، یا اُس کی قیمت کے برابر ضرورت سے زائد مال ہو۔ (ب) یا ساڑھے باون تولہ (52.5) خالص چاندی کا مالک ہو۔

3۔ اس مال کی ملکیت پر پورا سال گزرنا ضروری نہیں، بلکہ اگر ۱۰/ذی الحج کی صبح صادق سے لے کر ۱۲/ذی الحج کے غروبِ آفتاب تک کے تین دنوں میں اتنے مال کا مالک بن گیا تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

4۔ گھر میں موجود تمام افراد الگ الگ نصاب کے بقدر مالک ہوں تو ہر ایک پر علاحدہ سے قربانی کرنا واجب ہے۔ صرف گھر کے سربراہ کی طرف سے قربانی کر دینا سب کے لیے کافی نہ ہوگا۔

5۔ قربانی فقط اپنی طرف سے کرنا واجب ہے۔ بیوی اور اولاد کی طرف سے واجب نہیں، بلکہ اگر نابالغ اولاد مال دار بھی ہو، تب بھی اس کی طرف سے قربانی کی جائے تو وہ نفل ہوگی، لیکن اس کے مال میں سے قربانی کرنا ہرگز جائز نہیں۔

6۔ فقیر محتاج اور مسافر پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے۔

7۔ ایسا قرض دار کہ اس کے پاس موجود مال کے عوض اس کا قرض ادا کیا جا سکتا ہو، اس پر بھی قربانی واجب نہیں ہے، لیکن اگر قربانی کرلے تو ہو جائے گی۔

8۔ جس نے قربانی کرنے کی نذر مانی پھر وہ کام ہو گیا جس کی نذر مانی تھی تو اب قربانی کرنا واجب ہے، خواہ وہ مال دار ہو یا نہ ہو۔

قربانی کے جانوروں سے متعلق مسائل

1۔ شرعی طور پر درجِ ذیل عمروں کے صرف یہی جانور قربانی کے لیے مقرر ہیں:

نمبر شمار	قربانی کے جانور	مقررہ عمر
۱	اونٹ۔ اونٹنی۔	کم از کم پانچ سال
۲	بیل۔ گائے۔	کم از کم دو سال
۳	بھینسا۔ بھینس۔	کم از کم دو سال
۴	بکرا۔ بکری۔	کم از کم ایک سال
۵	دُنبہ۔ بھیڑ۔	کم از کم ایک سال

ان کے علاوہ کسی دوسرے جانور کی قربانی درست نہیں، البتہ اگر بھیڑ، یا دُنبہ چھ ماہ سے بڑا اور سال بھر سے کم کا ہو، لیکن موٹا تازہ اتنا ہو کہ سال والے جانوروں میں چھوڑ دیا جائے تو فرق محسوس نہ ہو، تو اس کی قربانی بھی ہو سکتی ہے۔

2۔ گائے، بھینس اور اونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کرلیں تو بھی درست ہے، لیکن شرط یہ کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو۔ اور اس کی نیت قربانی کرنے کی یا عقیقہ کی ہو۔ اگر کسی ایک حصے دار کی نیت صرف گوشت کھانے کی ہو یا تجارت کی ہو تو کسی حصے دار کی بھی قربانی درست نہ ہوگی۔

3۔ چھوٹے جانور؛ بھیڑ، بکری، وغیرہ میں کئی آدمی شریک نہیں ہو سکتے، بلکہ ایک شخص کی جانب سے صرف ایک ہی جانور قربان ہو سکتا ہے۔

4۔ اگر گائے، بھینس، اونٹ میں سات آدمیوں سے کم شریک ہوئے، مثلاً پانچ آدمی یا چھے آدمی شریک ہوئے اور کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہیں، تب سب کی قربانی درست ہے۔ اور اگر آٹھ آدمی شریک ہو گئے تو کسی کی قربانی صحیح نہیں ہوئی۔

5۔ اگر کسی آدمی پر قربانی واجب ہے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے نے اس کا حصہ گائے وغیرہ میں رکھ دیا تو کسی کی قربانی جائز نہ ہوگی، البتہ اگر نفلی ہو تو جائز ہوگی۔

6۔ سات آدمی گائے میں شریک ہوئے تو گوشت کے سات حصے بناتے وقت اندازے سے تقسیم نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اچھی طرح ٹھیک تول کر تقسیم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی حصہ زیادہ یا کم رہا تو سود ہو جائے گا اور گناہ ہوگا۔

7۔ قربانی کا جانور صحیح اور بغیر کسی جسمانی عیب کے ہونا چاہیے۔ لہٰذا ایسے جانور کی قربانی جائز نہیں، جن میں درج ذیل عیب یا خرابیاں ہوں:

۱۔ اندھا یا کانا ہو۔

۲۔ بہت بیمار، بہت دُبلا پتلا، جس کی ہڈیوں میں گودا' نہ رہا ہو۔

۳۔ اتنا لنگڑا کہ صرف تین پاؤں پر چلتا ہو، چوتھے پاؤں سے چل نہ سکتا ہو۔

۴۔ تمام یا اکثر دانت گر گئے ہوں یا سرے سے دانت ہی نہ ہوں۔

۵۔ پیدائشی کان ہی نہ ہوں یا کان تو ہوں، لیکن اکثر حصہ کٹا ہوا ہو (البتہ اُس جانور جس کے کان تو ہیں، لیکن بالکل ذرا ذرا سے چھوٹے چھوٹے ہیں تو اس کی قربانی جائز ہے)

۶۔ مادہ جانور کے تھن بالکل نہ ہوں یا دوائی وغیرہ لگا کر خشک کر دیے گئے ہوں۔ بھیڑ، بکری کا صرف ایک تھن ہو۔ گائے، بھینس اور اونٹنی کے صرف دو تھن ہوں۔

۷۔ جس جانور کا سینگ جڑ سے اُکھڑ گیا ہو (البتہ جس جانور کے پیدائشی ہی سینگ نہ تھے یا سینگ تھے اور ٹوٹ گئے تو اس کی قربانی جائز ہے)۔

۸۔ جانور خنثیٰ ہو، یعنی اُس کے نر یا مادہ ہونے کا پتہ نہ چلتا ہو۔

قربانی کرنے کے ایام اور اوقات

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ سے لے کر بارھویں تاریخ کے شام (غروب آفتاب) تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ جس دن چاہے قربانی کرے لیکن بہترین دن دسویں تاریخ کا دن ہے۔ پھر گیارھویں تاریخ اور پھر بارھویں تاریخ ہے۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ ہونے سے پہلے قربانی کرنا درست نہیں ہے۔ جب لوگ نمازِ عیدالاضحیٰ پڑھ لیں، تب قربانی کرنی چاہیے۔

3۔ قربانی کرنے والے کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ یکم ذوالحجہ سے لے کر قربانی سے فارغ ہونے تک حجامت نہ بنوائے تاکہ حاجیوں سے مشابہت ہو جائے۔

ذبح اور گوشت سے متعلق مسائل

1۔ اپنی قربانی کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح کرنا نہ جانتا ہو تو ذبح کے وقت سامنے کھڑا ہونا بہتر ہے۔ اگر خود ذبح نہ کرے یا ذبح کے وقت سامنے نہ کھڑا ہو تو قربانی کی ادائیگی میں کوئی کمی نہ ہوگی۔

2۔ قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کرے اور فقیروں اور محتاجوں کو خیرات کردے سب جائز ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کم از کم ایک تہائی حصہ خیرات کرے۔

3۔ قربانی کا گوشت غیر مسلموں کو دینا بھی جائز ہے۔

4۔ نذر کی وجہ سے واجب ہونے والی قربانی کا سارا گوشت فقیروں اور محتاجوں میں تقسیم کرنا ضروری ہے، نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے۔

5۔ قربانی کی کھال یا اس کی قیمت یا گوشت چربی/چھیچھڑے وغیرہ قصاب کو ذبح کرنے اور کھال اُتارنے کے عوض دینا جائز نہیں ہے۔

6۔ قربانی کی کھال، جانور کے گلے کی رسّی وغیرہ سب چیزیں اللہ کے راستے میں خیرات کرنا چاہیے۔ اگر یہ چیزیں فروخت کردیں تو ان کی قیمت خیرات کرنا لازم ہے، البتہ قربانی کی کھال اگر خود استعمال کرے، مثلاً جائے نماز بنالے تو جائز ہے۔

تکبیرِ تشریق کے احکام

1۔ عرفہ یعنی نو ذوالحجہ سے تیرہ ذوالحجہ تک پانچ دن ''ایامِ تشریق'' کہلاتے ہیں۔ ان ایام میں با جماعت ادا کی جانے والی ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ایک مرتبہ تکبیرِ تشریق کہنا واجب ہے۔ تکبیرِ تشریق یہ ہے: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ'' البتہ عورتیں یہ تکبیر آہستہ آواز سے پڑھیں۔

2۔ ۹ ذوالحجہ کی نمازِ فجر سے لے کر ۱۳ ذوالحجہ کی نمازِ عصر تک ہر فرض نماز کے بعد یہ تکبیرات کہی جائیں گی۔ یہ کل 23 نمازیں ہوئیں۔

3۔ نماز کے فوراً بعد تکبیرات کہنی چاہئیں۔ اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ فوراً تکبیر کہہ دیں۔ یہ انتظار نہ کریں کہ جب امام کہے، تب کہیں۔

4۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے لیے گھر سے نکلیں تو راستے میں بلند آواز سے تکبیرِ تشریق کہنی چاہیے۔

5۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد بھی تکبیرِ تشریق کہنا بعض ائمہ کے نزدیک واجب ہے۔

عیدالاضحیٰ کے احکام و مسائل

1۔ ذوالحجہ کی دسویں تاریخ عید الاضحیٰ ہے۔ جس مسلمان پر جمعۃ المبارک کی نماز پڑھنا واجب ہے، عیدالاضحیٰ کے دن اس پر جماعت کے ساتھ دو رکعت نمازِ عیدالاضحیٰ بطورِ شکریہ کے پڑھنا واجب ہے۔

2۔ عیدالاضحیٰ کے دن درج ذیل اعمال مسنون اور مستحب ہیں:

۱۔ صبح کو بہت سویرے اٹھنا۔ ۲۔ شریعت کے مطابق اپنی آرائش کرنا۔
۳۔ غسل کرنا۔ ۴۔ مسواک کرنا۔
۵۔ عمدہ سے عمدہ کپڑے، جو پاس موجود ہوں، پہننا۔
۶۔ خوشبو لگانا۔
۷۔ عید کی نماز سے پہلے کوئی چیز نہ کھانا۔ ۸۔ عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھنا۔
۹۔ عیدگاہ صبح سویرے جانا۔ ۱۰۔ عیدالاضحیٰ کی نماز اوّل وقت پڑھنا۔
۱۱۔ عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیرِ تشریق، یعنی: ''اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ'' کہنا۔
۱۲۔ عیدگاہ کی طرف پیدل جانا۔ ۱۳۔ دوسرے راستے سے واپس گھر آنا۔

3۔ جہاں نمازِ عید پڑھی جائے، وہاں اس دن اور کوئی نماز پڑھنا مکروہ ہے، نمازِ عید سے پہلے بھی اور نمازِ عید کے بعد بھی۔ ہاں نمازِ عید کے بعد گھر آ کر نفل نماز پڑھنا مکروہ نہیں اور نمازِ عید سے پہلے گھر میں بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

4۔ عورتیں اور جو لوگ کسی وجہ سے نمازِ عید نہ پڑھیں، ان کا نمازِ عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

5۔ ایک شہر میں عیدین کی نماز بالاتفاق متعدد جگہوں پر جائز ہے۔

نمازِ عیدالاضحیٰ کا طریقۂ کار اور اس سے متعلق مسائل

1۔ سب سے پہلے نیت کرے کہ: ''دو رکعت واجب نمازِ عیدالاضحیٰ چھ واجب تکبیروں کے ساتھ ادا کرنے کا ارادہ کرتا ہوں'' نماز کی ادائیگی کا طریقہ کار یہ ہے:

پہلی رکعت: تکبیرِ تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے۔ امام اور مقتدی سبحانک اللّٰھم آخر تک پڑھیں۔ اس کے بعد امام تین مرتبہ اللّٰہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھائے اور ہاتھ چھوڑ دے۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لے۔ مقتدی بھی اس کی اقتدا کریں۔ اس طرح تین تکبیرات ادا کی جائیں گی۔ ہر دو تکبیروں کے درمیان اتنا وقفہ ضروری ہے کہ تین مرتبہ سبحان اللّٰہ کہہ لے۔ اس کے بعد دیگر نمازوں کی طرح سورتِ فاتحہ اور کوئی دوسری سورت پڑھی جائے اور رکوع و سجود کیے جائیں۔

دوسری رکعت: امام پہلے قراءت کرے گا، اس کے بعد پہلی رکعت کی طرح تین تکبیراتِ زائدہ ادا کی جائیں۔ ہر دفعہ کانوں تک ہاتھ اٹھا کر چھوڑ دیے جائیں۔ آخری تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑے ہوئے ہی رکوع کی تکبیر کہہ کر رکوع میں جائیں اور سجدوں کے بعد حسبِ معمول تشہد پڑھ کر نماز مکمل کریں۔

2۔ نمازِ عیدالاضحیٰ کے بعد امام دو خطبے پڑھے گا۔ خطبہ پڑھنا سنت ہے اور خطبہ سننا واجب ہے، یعنی اس وقت بولنا، چلنا پھرنا اور نماز پڑھنا وغیرہ سب ناجائز ہے۔

3۔ اگر کسی کو عید کی نماز نہ ملی ہو اور سب لوگ پڑھ چکے ہوں تو وہ شخص تنہا نمازِ عید نہیں پڑھ سکتا۔ اس لیے کہ نمازِ عید میں جماعت شرط ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص نمازِ عید میں شریک ہوا، پھر کسی وجہ سے اس کی نماز فاسد ہوگئی ہو تو وہ بھی اس کی قضا نہیں پڑھ سکتا، نہ ہی اس پر قضا واجب ہے۔ البتہ اگر فاسد ہونے والی نماز میں کچھ اور لوگ بھی شریک ہیں تو پھر اُن کے لیے جماعت سے پڑھنا واجب ہے۔